عورتوں کی ''اجرتیں''

قرآنِ مجید نے ایمان لانے والوں کو اپنے اموال کے ذریعے حلال قرار دی گئی عورتوں میں سے کسی کی جستجو کرنے اور اسے پانے کی اجازت دی ہے۔جن لوگوں کے پاس رزق کی فراوانی نہیں انہیں اجازت دی کہ اہل ایمان کے خوشحال لوگوں کے پاس موجود مومن غلام/ملازم عورت سے اس کے گھر والوں کی اجازت سے نکاح کرلیں۔اور حکم دیا

وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

''اور ان عورتوں کو دو ان کی اجرتیں'' (حوالہ النساء۔۲۵)

ایمان لانے والوں اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی محصنات (آزاد خاندانوں کی عورتیں) کو حلال قرار دیتے ہوئے اسے مشروط کیا:

إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

''جب تم نے ان عورتوں کو دیں ان کی اجرتیں'' (حوالہ المائدہ۔۵)

ہجرت کر کے آنے والی کفار سے (منکوحہ) شادی شدہ مومن عورت سے نکاح کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔لیکن یہ بھی مشروط ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ

اور تمہارے لئے اس میں کوئی حرج/مضائقہ نہیں اگر تم ان سے نکاح کرلو جب تم انہیں ادا کردو ان کی اجرتیں''۔ (حوالہ الممتحنۃ۔۱۰)

''أُجُورَهُنَّ''۔''أُجُورَ''مضاف۔''هُنَّ''ضمیر جمع مؤنث غائب،مضاف الیہ۔''أُجُورَ'' کا مادہ ''ا ج ر'' ہے۔اس کے معنی کام کا بدلہ،کام کا معاوضہ،کسی کو اجرت پر ملازم رکھنا۔لین نے قاموس کے حوالے سے کہا ہے کہ یہ کنایۃً اس تحفے کو بھی کہتے ہیں جو بیوی کو شادی کے وقت دیا جاتا ہے۔ابن فارس نے کہا کہ اس کے بنیادی معنی اجرت،مزدوری اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے کے ہیں۔مزدور کی اجرت کو بھی اس لئے اجر کہتے ہیں کہ اس سے اس کی مشقت کے زخم مندمل ہوجاتے ہیں،اس کی چیخ جانے والی ہڈیاں جڑ جاتی ہیں۔

مرد اور عورت کے مابین نکاح یعنی شادی کا بندھن ایک ایسے تعلق کو جنم دیتا ہے جس کے بارے میں معاشرہ حتمی اور یقینی طور پر جانتا ہے کہ عقد نکاح پر قائم ہوجاتا ہے۔حقیقت میں معاشرے کے دستور کے مطابق عقد نکاح یعنی شادی کا بندھن اس تعلق کو قائم کرنے کا اجازت نامہ ہے۔فریقین کے درمیان کسی بھی معاہدہ کو مہذب معاشرہ اس صورت میں تسلیم کرتا ہے جب گواہوں کی موجودگی میں طے پائے۔نکاح یعنی شادی کا بندھن ایک مرد اور عورت کے درمیان معاہدہ،عقد ہے لیکن معاشرہ بھی ایک فریق ہے کیونکہ جو معاہدہ اس کی رضامندی اور دستور کے مطابق ہو اس پر عمل درآمد اور فریقین کے متعین حقوق و فرائض کی بجا آوری کیلئے معاشرہ ذمہ دار بھی ہے۔معاشرے کی رضامندی اور دستور کے مطابق نکاح کے بعد قائم کئے گئے ایک مخصوص تعلق کو تقدس اور پاکیزگی کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔

کیا عقدِ نکاح کے بعد اس مخصوص تعلق کو قائم کرنا لازم ہے؟ ارشاد فرمایا:

لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُواْ لَهُنَّ فَرِيضَةً

''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی ان بیویوں کو جنہیں تم نے ابھی چھوا ہی نہیں یا جن کا ''فریضہ'' ابھی مقرر نہیں کیا طلاق دے دو

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى ٱلْمُوسِعِ قَدَرُهُۥ وَعَلَى ٱلْمُقْتِرِ قَدَرُهُۥ مَتَٰعًۢا بِٱلْمَعْرُوفِ

مگر انہیں تحائف دو۔ خوشحال کے ذمے حیثیت کے مطابق اور تنگدست پر توفیق اور دستور کے مطابق سامان دنیا دینا ہے

حَقًّا عَلَى ٱلْمُحْسِنِينَ ○

یہ نیکوکاروں پر لازم ہے'' (البقرۃ۔۲۳۶)

وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ

''اور اگر تم انہیں طلاق دیتے ہو، اس سے قبل کہ تم انہیں چھوتے ہو

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

مگر ان کا ''فریضہ'' متعین و مقرر کر چکے تھے تو جو تم نے مقرر کیا تھا اس کا نصف ادا کرو

إِلَّآ أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَاْ ٱلَّذِى بِيَدِهِۦ عُقْدَةُ ٱلنِّكَاحِ

سوائے اس کے کہ وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ ایک جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ معاف کر دے'' (حوالہ البقرۃ۔۲۳۷)

تَمَسُّوهُنَّ۔ ''هُنَّ''، ضمیر جمع مؤنث غائب ''وہ منکوحہ عورتیں''۔ تَمَسُّو کا مادہ ''م س س'' ہے جس کے معنی چھونا، کسی چیز تک پہنچنا ہیں (تاج و راغب)۔ جناب راغب نے لکھا کہ ''مس''، لمس کے ہم معنی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ لمس تلاش کرنے اور ٹٹولنے کو بھی کہتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کو تلاش کیا جا رہا ہو وہ مل بھی جائے برخلاف ''مَسَّ'' کے کہ اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب کہ لمس کے ذریعے اس کا ادراک بھی کر لیا جائے۔ بعض علماء نے قرار دیا کہ جب خلوت ہو چکی تو گویا ہاتھ لگایا۔ قرآنِ مجید اپنے احکامات کے متعلق لوگوں کو اپنے گمان اور خیال سے باتیں اخذ (inference) کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآنِ مجید ہر بات کو واضح طور پر متعین کرتا اور ''فصل''، یعنی الگ الگ کر کے کھول کر بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو بھی حرام قرار دیا ہے:

وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِى فِى حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِى دَخَلْتُم بِهِنَّ

''اور تمہاری گودوں میں پرورش پانے والی وہ سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری ان بیویوں کی ہیں جن سے تم حق زوجیت ادا کر چکے ہو۔

بیوہ/مطلقہ سے نکاح کرکے اس سے حق زوجیت ادا کرلیا جائے تو عورت کے رحم سے مرد کا تعلق استوار ہوگیا اس لئے اُس رحم سے اس کے پہلے خاوند کے نطفے سے پیدا ہوئی بیٹی، یتیم لڑکی (یتیم لڑکی جوان ہونے کے بعد بھی شادی ہونے تک یتیم ہی کہلاتی ہے) اس کیلئے سوتیلی بیٹی بن جاتی ہے اور حرام قرار پاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کی کسی بھی عورت بشمول بیوہ/مطلقہ کو **تَمَسُّوهُنَّ** نہیں چھوئے بغیر بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ اس لئے اس بات کو واضح کر دیا کہ بیوی کی پہلے خاوند سے بیٹی اُس وقت سوتیلی بیٹی کہلاتی ہے اگر اس کی ماں سے **دَخَلۡتُم بِهِنَّ** حق زوجیت ادا کرلیا گیا ہو اور اس بیٹی نے اِس خاوند کی گود میں پرورش پائی ہو۔ اگر بیوہ/مطلقہ کو بن چھوئے طلاق دے دی جائے تو اُس کی پہلے خاوند سے بیٹی کی اپنی گود میں پرورش پانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ ''**تَمَسُّوهُنَّ**'' کے معنی اور مفہوم **دَخَلۡتُم بِهِنَّ** ہے خلوت میں چہرے کا گھونگھٹ الٹنا نہیں۔ قرآن مجید ہر زاویئے سے بات کو واضح کرتا ہے۔ فرمایا

فَإِن لَّمۡ تَكُونُواْ دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ

''لیکن اگر ان سے حقوق زوجیت ادا نہ کئے ہوں (یعنی بن دخول طلاق دے دی ہو)

تو تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے (کہ ان کی پہلے خاوند سے بیٹیوں سے نکاح کرلو)'' (حوالہ النساء۔۲۳)

اس نے یہ بھی واضح کر دیا کہ جیسے کسی کے منہ سے کہنے سے کوئی کسی کا بیٹا نہیں بن جاتا اسی طرح کسی کے منہ سے کہنے سے پرائی بیٹی اپنی بیٹی نہیں بن جاتی۔

عورتوں کو نکاح کیلئے دیئے جانے والے مال ومتاع کو ''**أُجُورَهُنَّ**'' یعنی ''ان عورتوں کی اجرتیں'' کہا گیا اور حقوق زوجیت ادا کئے بغیر طلاق دینے کی صورت میں انہی ''اجرتوں'' میں سے فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيضَةً ''جو تم نے اپنے اوپر لازم/واجب کیا تھا ان کیلئے متعین کیا ہوا'' نصف دینے کا حکم دیا لیکن اگر اسے متعین نہیں کیا تھا تو پھر صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق معاشرے میں رائج دستور کے مطابق انہیں تحائف دے کر رخصت کرے۔ متعین اور اپنے اوپر لازم کی ہوئی ''اجرت'' کا ادھا دینا لازم ہے سوائے اس صورت میں اگر منکوحہ بیوی معاف کردے۔ جس بیوی کو بن چھوئے طلاق دی جارہی ہے وہ محصنات یعنی آزاد خاندان کی عورت بھی ہوسکتی ہے یا نکاح سے قبل وہ کسی کی ملازم عورت (فَتَيَٰتِ) تھی جس کے گھر والوں کی اجازت سے نکاح کیا گیا تھا۔ اس لئے بِيَدِهِۦ عُقۡدَةُ ٱلنِّكَاحِ ''جس کے ہاتھ نکاح کی گرہ ہے'' اس ایک مرد کو بھی اختیار دیا گیا کہ وہ بھی معاف کرسکتا ہے۔ اگر بیوی محصنات میں سے تھی تو وہ اپنے ماں باپ، خاندان کے گھر چلی جائے گی۔ لیکن اگر یہ طلاق دی جانے والی بیوی کسی کی غلام ملازمہ تھی تو واپس اسی کے گھر جائے گی جس کی اجازت سے خاوند اسے بیاہ کرلایا تھا اور اس ملازمہ کا دوبارہ کسی سے نکاح کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

انسانی زندگی میں ایسا ممکن ہے کہ خواہش کے برعکس کوئی عورت اور مرد نکاح کے بندھن میں بندھ جائیں یا شادی کے فوراً بعد مرد محسوس کرے کہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے وصف سے باوجوہ عاری ہے یا کسی اور وجہ سے نکاح کے بعد محسوس کرے کہ منکوحہ سے نباہ نہیں کر سکے گا تو اللہ نے جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے اجازت دے دی کہ بن چھوئے یعنی حق زوجیت ادا کئے بغیر بھی طلاق دے سکتے ہو یہ صورتحال پیش آنے پر اگلا قدم کیا ہے؟ ارشاد فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا نَكَحْتُمُ ٱلْمُؤْمِنَـٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٤٩﴾

''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر اگر تم انہیں طلاق دے دو اس سے قبل کہ تم نے ان سے حق زوجیت ادا کیا ہو تو تمہارے لئے ان کے ذمے کوئی عدت نہیں جس کا تم مرد شمار کرو۔ اور انہیں (البقرۃ کی آیات ۲۳۶۔۲۳۷ کے حکم کے مطابق) تحائف دو اور خوش اسلوبی (عزت وتکریم) سے رخصت کرو'' (الاحزاب۔۴۹)

اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ نکاح کے بعد بیویوں کو چھونے یعنی حقوق زوجیت کی ادائیگی سے قبل بھی طلاق دی جاسکتی ہے۔ نکاح حقوق زوجیت کی ادائیگی کا متقاضی ہے اور طلاق اس تعلق کو قائم نہ کئے جانے کا اعلان ہے۔ اگر حق زوجیت ادا (دخول) نہیں کیا تو طلاق کی صورت میں متعین کردہ ''اجرت'' کا نصف ادا کرنا ہے۔ اگر حق زوجیت ادا (دخول) کرلیا ہے تو اب کیا حکم ہے؟ فرمایا

فَمَا ٱسْتَمْتَعْتُم بِهِۦ مِنْهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ

''پھر تم اُن میں سے جن بیویوں کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کر چکے ہو
تو پھر ان کے اجر ادا کرو، پورے متعین کردہ'' (شرائط کو قضا، پورا کرو)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَٰضَيْتُم بِهِۦ مِنۢ بَعْدِ ٱلْفَرِيضَةِ ۚ

''اور اس میں تمہارے لئے کوئی حرج نہیں اگر متعین ہوجانے کے بعد آپس کی باہمی رضامندی سے تمہارے درمیان کوئی (ردوبدل، کمی بیشی کا) سمجھوتا ہوجائے'' (حوالہ النساء۔۲۴)

ٱسْتَمْتَعْتُم ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس کا مادہ ''م ت ع'' ہے اور اس کے معنی فائدہ اٹھانا، مستفید ہونا، مقصد پانا ہیں۔

وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ

''اور انسانوں میں سے ان (جنات) کے اولیاء کہیں گے ''ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا'' (حوالہ الانعام۔۱۲۸)

فَٱسۡتَمۡتَعُواْ بِخَلَٰقِهِمۡ فَٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِخَلَٰقِكُمۡ

''اس لئے انہوں نے اپنے حصے کا فائدہ اٹھالیا تھا اور اب تم نے اپنے حصے کا فائدہ اٹھالیا ہے'' (حوالہ التوبہ۔۶۹)

أَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبَٰتِكُمۡ فِي حَيَاتِكُمُ ٱلدُّنۡيَا وَٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهَا

''تم اپنی اچھی چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو'' (حوالہ الاحقاف۔۲۰)

اب تخیل کی پرواز سے جو چاہے ان انسانوں اور جنات کے مابین اور انسان اور متاع دنیا کے مابین ''متعہ'' کا تعلق قائم کردے۔
تخیل کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ نہ کتاب نہ خوف۔

نکاح کے بعد بیوی سے حق زوجیت کی ادائیگی (نکاح کی اجازت سے مستفید ہونے) کے بعد ان کی مقرر کردہ **أُجُورَهُنَّ** کی مکمل ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔''أجــر'' کے لغوی معنی کسی کام، اقرار، معاہدہ کے ایک فریق (مطلوب، اجیر جس سے کام، بات چاہی گئی) کی جانب سے وہ بات پوری کر دیئے جانے پر دوسرے فریق (طالب، آجر) کا اپنے حصہ کی ذمہ داری، فرض کو پورا کرنا ہیں۔ آجر (طالب) کسی کام، بات کی اجیر (مطلوب) سے خواہش کرتا ہے اور اپنے ذمہ جو کچھ کرنے کا اقرار کرتا ہے وہ اس طلب، خواہش کا اجر ہے۔ بعض کے علاوہ دوسری عورتوں کو مردوں کیلئے حلال قرار دینے کی وجہ اور مقصد ہی یہ ہے''**أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم**'' تاکہ اموال کے ساتھ ان کی جستجو کرو'' (حوالہ النساء۔۲۴)۔ عورت کسی خاندان میں ہوتی ہے یا کسی کے پاس ملازم (غلام) ہوتی ہے۔ ان کی چاہت، جستجو کا مطلب یہی ہے کہ ان کے وارثوں سے نکاح کیلئے رشتہ طلب کرنا۔ کسی کی بیٹی اور بہن (کنواری، مطلقہ، بیوہ) یا ملازمہ یا، ہجرت کر کے مسلم معاشرے کی پناہ میں آئی ہوئی کسی کافر سے شادی شدہ عورت کی جستجو کرنے، رشتہ مانگنے کی اجازت کس مقصد کیلئے دی گئی؟ صرف اور صرف ایک مقصد کیلئے۔ اظہار خواہش کیا ہے؟ **مُحۡصِنات** بنانا ہے انہیں۔ اپنی حفاظت میں لے کر انہیں سیپ کے موتی کی مانند محفوظ کرنا اور مرد ہونے کی بناء پر اپنے آپ کو ان کے **قَوَّٰمُونَ** (محافظ) بنانا ہے۔

ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ وَبِمَآ أَنفَقُواْ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡۚ

''مرد بیویوں پر قوام (سرپرست، محافظ) ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے بعض کو بعض پر (بعض معاملات میں انفرادیت اور) فوقیت دی ہے اور اس بنا پر بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں'' (حوالہ النساء۳۴)۔

کیا کسی بھی مہذب معاشرے میں خاندان کی بیٹی، بہن اور ملازمہ کا اموال کے ذریعے چند گھنٹوں، دنوں یا ہفتوں کے نکاح کیلئے رشتہ مانگا جاسکتا ہے؟ کیا کوئی مرد ایک مختصر مدت کیلئے پیشگی چھوڑ دینے، طلاق کے وعدے پر کسی بھی عورت سے ''نکاح'' کر کے اپنے آپ کو اس ''بیوی'' کا **قَوَّام** سمجھ سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو مرد اسے قرار دیتا ہے جس کی انفرادیت (فضیلت) یہ ہے کہ وہ بیوی کا **قَوَّام** ہے۔ **قَوَّام**

وہ مرد ہوتا ہے جو بیوی کو محض ''استفادہ، دخول'' کا ''اجر'' عطا نہیں کرتا بلکہ طلاق دینے کے بعد بھی مطلقہ بیوی کا دوران عدت محافظ ہوتا ہے اور اسے ''اس کے گھر'' سے نہیں نکالتا۔

کیا بیویوں کو اجر ادا کر دینے کا مفہوم یہ ہے کہ ان سے حاصل کردہ ''استفادہ'' کا بدلہ، معاوضہ دیا جائے؟ نہیں! یہ معنی اور مفہوم قطعی نہیں۔ یہ معنی اور مفہوم لینا پیکرِ وفا و حیا کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔ اور حقیقت میں اللہ رب العزت کی اس بات اور نشانی کی توہین اور نفی کرنے کے مترادف ہے کہ ''یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان میں سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی'' (الروم۔۲۱)۔ قرآنِ مجید اپنے الفاظ کے معنی، حدود، وسعتیں خود واضح اور متعین کرتا ہے۔ قرآنِ مجید نے غیر مبہم انداز میں واضح کر دیا ہے کہ بیویوں کے معاملے میں ''أُجُورَهُنَّ'' کے معنی ان سے حاصل کردہ ''فائدے'' کا بدلہ نہیں ہیں۔ ''اجر'' تو انہیں بھی دینا ہے جن سے کوئی ''فائدہ'' اٹھائے بغیر طلاق دے دی گئی ہو۔ اس سے واضح ہے کہ 'اجر' کسی ''لین'' (استفادہ، حق زوجیت والے کام) کا ''دین'' (اجرت) نہیں ہے۔ أُجُورَهُنَّ کے معنی وہ نہیں جو اردو زبان میں لفظ 'اجرت' کے مروج ہیں جن سے خلوص اور انس سے عاری مطلق لین دین کا تاثر ابھرتا ہے۔ آپ بتائیں جس معاہدے کے دو فریقوں میں ''لین'' کا ''دین'' ہو اور ''دین'' کا ''لین'' ہو ان دونوں کے مابین محبت اور رحمت کیا موجود ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا خاوند بیوی کے متعلق تو یہ کہنا ہے بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ''تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے''۔ کیا کسی کا ظرف یہ اجازت دیتا ہے کہ خاوند بیوی کے مابین ''مَوَدَّةً'' اور ''رَحْمَةً'' کے معنی اور مفہوم کو ان کے مابین ''جنسی استفادے'' سے منسوب کر سکے؟

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حلال صرف اس مقصد کیلئے کیا ہے ''أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَالِكُم'' تاکہ اموال کے ساتھ ان کی جستجو کرو مُحْصِنات بنانے کیلئے، اپنی حفاظت، سرپرستی میں لینے کیلئے جو غَيْرَ ہے مُسَافِحَاتٍ کی کیونکہ مردوں کو بیویوں کیلئے قَوَّامُونَ کا مقام و مرتبہ دیا ہے۔ حلال اور حرام ہونے کا تعین اس بات سے ہے کہ مرد نے عورت کی کس مقصد کیلئے اپنے اموال سے جستجو کی ہے۔ آزاد خاندانوں کی عورتیں نکاح سے قبل بھی قرآنِ مجید کے الفاظ میں ''محصنات'' یعنی محفوظ ہوتی ہیں۔ مال و دولت کے بل بوتے پر کسی کی جرأت نہیں کہ ان کی جستجو اس مقصد سے کر سکے کہ انہیں ''مُسَافِحَاتٍ'' یا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ (اوباش، چوری چھپے آشنائیاں کرنے والیاں) بنانا ہے۔ میلی خواہشیں رکھنے والے مرد اس طرح کی جستجو کی جرأت بعض لاوارث، مغویہ اور غلام ملازم عورتوں کے حوالے سے اور ان کے بعض مالکوں سے کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ارشاد فرمایا

وَلَا تُكْرِهُواْ فَتَيَـٰتِكُمْ عَلَى ٱلْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُواْ عَرَضَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا

''اور اپنی غلام ملازمہ عورتوں کو دنیاوی مال و دولت کیلئے بدکاری پر مجبور کرو نہ آئندہ کرنا چونکہ انہوں نے حفاظت رقید کو چاہا تھا''۔

اس حکم کا مروجہ ترجمہ کچھ یوں ہے''اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو''

[کنز الایمان فی ترجمة القرآن]

But force not your maids to prostitution when they desire chastity, in order that ye may make a gain in the goods of this life. (Yusuf Ali)

یہ ترجمہ حکم کو شرطیہ انداز دے دیتا ہے۔''اگر وہ کنیزیں بدکاری سے بچنا چاہیں تو''۔

''تُكْرِهُوا'' مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر''تم زبردستی کرو، تم مجبور کرو، جبر کرو،

أَرَدْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب ہے''ان عورتوں نے چاہا تھا، ارادہ کیا تھا''۔ اس لئے اس سے قبل''اِن'' یہاں حرف شرط نہیں بلکہ اس کے معنی 'چونکہ' کے ہیں۔''تَحَصُّنًا'' مصدر ہے،'' بچے رہنا، قید میں رہنا''۔ وہی عورت غلام رقید میں رہنا پسند کرتی ہے جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کا ارادہ اور چاہت کی تھی۔ یوسف علیہ السلام نے بھی ایسی صورتحال سے بچنے کیلئے قید ہونے کو زیادہ پسند فرمایا تھا

قَالَ رَبِّ ٱلسِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِيٓ إِلَيْهِ

''وہ بولے''میرے رب! قید خانہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں''(حوالہ یوسف۔۳۳)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پابند تقدیر نہیں کیا۔ اسے حریت عطا کی ہے اور خود مختار بنایا ہے۔ امتحان اور حساب آزاد اور خود مختار کا ہوتا ہے۔ جبر آزادی اور خود مختار حیثیت کی نفی ہے۔ عورت کو جو کوئی جبر سے''مُسَـٰفِحَـٰتٍ'' یا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ بنا کر اس کی مجبوری سے ''استفادہ'' کرے گا تو عورت کے''رحم'' کے تقدس کو پامال کرے گا اور ان عورتوں کے متعلق تو ان مردوں کو بتا دیا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔

وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ ٱللَّهَ مِنۢ بَعْدِ إِكْرَٰهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥

''اور جو کوئی اپنی ملازمہ غلام عورتوں کو جبر سے بدکاری پر مجبور کرے گا تو

اللہ تعالیٰ یقیناً ان ملازم عورتوں پر جبر زبردستی کے بعد بہت معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے''(حوالہ النور۔۳۳)۔

قدیم ترین معاشرے سے لے کر ہمارے موجودہ معاشرے کی بالغ اکثریت کو یہ بات معلوم ہے کہ عورت کی جستجو اور اسے اور اس کے ورثاء کو''اجرت'' کی پیشکش دو طرح کے مقاصد کیلئے کی جاتی ہے۔ ہم بہت سی باتوں سے دانستہ آنکھیں بند رکھتے ہیں لیکن قرآن

مجید حقائق کو نہایت نفیس الفاظ میں لیکن لگی لپٹی رکھے بغیر افشاء کر دیتا ہے۔ مرد کیلئے عورت صرف ایک مقصد کیلئے حلال ہے

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَٰلِكُم مُّحْصِنِينَ ''کہ مال و دولت کے ساتھ ان حلال عورتوں کی جستجو کرو محفوظ حصار (نکاح) میں لانے والوں کی طرح''، لیکن قدیم اور جدید معاشرے کے لوگوں کو معلوم ہے کہ اوباش قسم کے لوگ اپنے مال و دولت سے عورتوں کی جستجو اس مقصد اور انداز سے بھی کرتے ہیں جو ''مُحْصِنِينَ'' کے متضاد، الٹ، غیر ''مُسَٰفِحِينَ'' ہیں اور اہل ایمان کیلئے عورت اس مقصد کیلئے حلال نہیں وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَٰلِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَٰفِحِينَ ''کہ مال و دولت کے ساتھ ان حلال عورتوں کی جستجو کرو محفوظ حصار (نکاح) میں لانے والوں کی طرح، نہ کہ اپنے اموال کے ساتھ ان عورتوں کی جستجو کرو شہوت رانی کرنے والے اوباش مردوں کی طرح''۔ بیوی، زوجہ، محصنات بنانے کیلئے نکاح کرلیا اور بن چھوئے طلاق نہیں دی

فَمَا ٱسْتَمْتَعْتُم بِهِۦ مِنْهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ''پھر تم اُن میں سے جن بیویوں کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرلیا ہے (بن چھوے طلاق نہیں دی) تو پھر ان کے اجر مکمل ادا کرو، پورے متعین کردہ'' (حوالہ النساء۔۲۴)۔

قدیم اور جدید معاشروں میں یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ بعض عیاش قسم کے لوگ غلام/غریب/لاوارث عورتوں کو اپنے مال و دولت کے ذریعے رکھیل بنا کر بھی رکھتے ہیں۔ اور بعض عورتوں کا بھی یہ چلن اور پیشہ ہوتا ہے۔ اہل ایمان کو اس سے بھی منع فرمادیا

فَٱنكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَءَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ مُحْصَنَٰتٍ غَيْرَ مُسَٰفِحَٰتٍ

''اس لئے ان ملازم عورتوں کے ساتھ نکاح کرلو ان کے گھر والوں کی اجازت سے۔ اور خاندانی عورتوں سے نکاح کے انداز میں معروف طریقہ سے ان کی اجرتیں ادا کرو۔ اس طرح نہیں جیسے شہوت رانی کرنے والیوں کے طور طریقے پر۔

وَلَا مُتَّخِذَٰتِ أَخْدَانٍ

اور نہ ہی اس انداز میں نکاح کرو اور اجرتیں دو جیسے چوری چھپے آشنا، یار بنانے والیوں کو دیا جاتا ہے'' (حوالہ النساء۔۲۵)۔

اہل ایمان اور اہل کتاب کی محصنات (آزاد، خود مختار عورتیں، آزاد گھرانوں کی عورتیں) کو بھی حلال صرف ایک صورت میں قرار دیا ہے

إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِىٓ أَخْدَانٍ

''جب تم نے ان عورتوں کو ان کی اجرتیں دیں محفوظ حصار (نکاح) میں لانے والوں کی طرح

نہ کہ (ان کے غیر) شہوت رانی کرنے والوں کی طرح اور نہ چوری چھپے آشنا، یار بنانے والوں کی طرح'' (حوالہ المائدہ۔۵)

عورت حلال صرف اس مقصد کیلئے ہے کہ ان سے اعلانیہ نکاح کر کے اپنی ازواج بنانا ہے، انہیں اپنی حفاظت میں لینا ہے، محصنات بنانا ہے، گھر آباد کرنا ہے، موتی کو سیپ (گھر) میں محفوظ کرنا ہے۔ اور انہیں جو کچھ ''اجر'' دینا ہے اس کے بنیادی معنی ابن فارس نے اجرت اور ہڈی کے جوڑنے کے بتائے تھے۔ یہ عورتوں کا ازواج بننا ہے۔ اور جب ازواج کے خاوند وفات پاتے ہیں تو ایسے ہے جیسے گوشت اور

ہڈی کا الگ ہونا وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَٰجًا ''اور تم میں سے جو الگ ہوتے ہیں (موت، قتل یا شہید ہونے کی بناء پر) اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہیں'' (حوالہ البقرۃ۔۲۳۴، ۲۴۰) '' يَذَرُونَ '' کا مادہ ''وذر'' ہے اور اس کے معنی گوشت کی چھوٹی بوٹی ہیں جس میں ہڈی نہ ہو۔ تخلیق کے وقت بھی ہڈی پر گوشت چڑھایا جاتا ہے۔ خاوند اور بیوی الگ ہو گئے، ہڈی سے گوشت جدا ہو گیا۔

وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون پاؤ

وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ

اور تمہارے (خاوند بیوی کے) درمیان انس اور رحمت رکھ دی ہے

إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

یقیناً اس میں نشانی (سبق، نکتہ) ہے ان لوگوں کیلئے جو تفکر کرتے ہیں'' (سورۃ الروم۔۲۱)

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول آقائے نامدار ﷺ اور قرآنِ مجید نے عورت کے تقدس کو جس انداز اور لطافت سے اجاگر فرمایا ہے اس کے ہر ایک ایک لفظ سے مہک آتی ہے۔ قرآنِ مجید کتاب لاریب، کتاب مبین ہے۔ واضح، دوٹوک انداز میں راست کو کج سے الگ کر دینے والی کتاب ہے۔ کسی کو کوئی ابہام نہ رہے کہ اجر کیا ہے، کوئی من مانے معنی اور مفہوم نہ تلاش کرتا پھرے، کوئی اپنی میلی خواہشات کی تکمیل کیلئے قرآن مجید سے جواز نہ لا سکے، بیواؤں سے نکاح کی اجازت دینے کے بعد فرمایا:

وَءَاتُوا۟ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَـٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيٓـًٔا مَّرِيٓـًٔا ۝٤

''اور بیویوں کے (باہمی طے شدہ أُجُورَهُنَّ) تحفے خوشدلی سے (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو

البتہ اگر وہ خود اپنے دل کی خوشی سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے مزے سے کھا سکتے ہو''۔ (النساء۔۴)

بیویوں کو حقوق زوجیت کی ادائیگی کے بعد أُجُورَهُنَّ یعنی ان کی اجرتیں کیا ہیں؟ بتایا کہ وہ صَدُقَـٰتِهِنَّ ان کے صدقات ہیں۔ ایک واجب کام کو نہ کر سکنے کی وجہ سے جو کچھ بطور کفارہ دیا جاتا ہے اس کیلئے لفظ صَدَقَةٍ استعمال ہوا ہے (حوالہ البقرۃ۔۱۹۶)۔ سود کے مقابل صدقات آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے (حوالہ البقرۃ۔۲۷۶) البقرۃ ہی کی آیت ۲۶۳ میں ارشاد فرمایا

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَآ أَذًى ۗ

''معقول، مہکتا ہوا قول کہہ دینا اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ دیا جائے''۔

اور آیت ۲۶۴ میں ایمان والوں کو سمجھایا گیا کہ اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر باطل نہ کریں ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ''صدقہ'' کا لازمی عنصر یہ ہے کہ بطیّب خاطر دیا جائے نہ کہ ''دلین'' کے ''دین'' (اجر، بدلہ، استفادہ کی قیمت) کے طور پر۔ جس نے بات کو نہیں سمجھنا وہ تو یہ بھی کہتا ہے ''خرید وفروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے'' حالانکہ اللہ نے خرید وفروخت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے (حوالہ البقرۃ ۔ ۲۷۵)

صَدُقَٰتِهِنَّ کی ادائیگی کا انداز کیا ہے؟ بتایا وَءَاتُواْ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحۡلَةً ۔ نِحلَةً کا مادہ ''ن ح ل'' ہے۔ اس آیت کے علاوہ یہ لفظ قرآنِ مجید میں سورۃ النحل کی آیت ۶۸ میں ٱلنَّحۡلِ شہد کی مکھیوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ جناب راغب نے لکھا ہے کہ نِحۡلَةً اسی سے مشتق ہے یعنی جس طرح شہد کی مکھی اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ شہد بلا کسی معاوضہ کے صرف لوگوں کی شفا کیلئے تیار کرتی ہے اسی طرح وہ 'صدقہ' نِحۡلَةً شیریں تحفہ ہے جو عورت کو نکاح کے مقدس حصار میں لیتے وقت بطیّب خاطر دیا جاتا ہے (جسے اردو میں مہر کا نام دیتے ہیں۔ لفظ 'مہر' قرآنِ مجید میں نہیں ہے)۔ اس آیت مبارکہ میں دو الفاظ ''صَدَقَة'' اور ''نِحلَة'' کے معنی اور مفہوم سے یہ بات ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ''نکاح کا تحفہ، اجر، مہر'' اس معاوضے کے مصداق نہیں ہے جس کا تصور اردو میں لفظ ''اجرت'' سے ابھرتا ہے۔ سورۃ النحل کی آیت ۶۸ میں جہاں ٱلنَّحۡلِ استعمال ہوا ہے وہاں شہد کی مکھیوں کو یہ 'وحی' کیا گیا کہ گھر بنائیں اور نکاح کا بندھن بھی گھر آباد کرنے ہی کیلئے کیا جاتا ہے نہ کہ آزاد شہوت رانی یا چوری چھپے یارانے نباہنے کیلئے۔

آزاد خاندان کی عورت (محصنات) کا بیوی بننے کیلئے ''اجرت'' نکاح سے قبل اس کے گھر والے بھی مقرر کر سکتے ہیں۔ اور نکاح کے بعد حقوق زوجیت کی ادائیگی سے قبل خاوند بیوی باہمی رضامندی سے بھی طے کر سکتے ہیں۔ عورت کے ماں باپ بیٹی کا رشتہ دینے کیلئے شرائط بھی مقرر کر سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہونے والے سسر نے یہ شرط رکھی تھی 'اس نے کہا ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کو اس شرط پر تجھ سے بیاہ دوں کہ تو آٹھ سال میری نوکری کرے اور اگر تو دس پورے کر دے تو یہ تیری طرف سے ہوگا اور میں تجھ پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ انشاء اللہ تو مجھے صالح آدمی پائے گا''۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا ''یہ میرے اور آپ کے درمیان طے ہوا۔ دونوں میں سے جو مدت بھی میں پوری کر دوں مجھ پر زیادتی کا الزام نہ ہوگا۔ اور یہ جو ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس کا ضامن ہے'' (حوالہ القصص ۔ ۲۷ ۔ ۲۸)۔ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سسر کی مرضی تھی اور اس نکاح میں ان کی بیٹی کی رضامندی شامل نہ تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے ہونے والے سسر کی ایک بیٹی نے اپنے باپ سے کہا تھا:

قَالَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا يَٰٓأَبَتِ ٱسۡتَـٔۡجِرۡهُۖ إِنَّ خَيۡرَ مَنِ ٱسۡتَـٔۡجَرۡتَ ٱلۡقَوِيُّ ٱلۡأَمِينُ ٢٦

''ان دو میں سے ایک نے کہا ''ابا! انہیں ملازم رکھ لیں جو ملازم تو رکھے اس میں بہتر وہ ہے جو قوی اور امین (قابل اعتماد، دیانت دار) ہو'' (القصص ۔ ۲۶)۔ ان کے متعلق یہ رائے قائم کرنے والی خاتون کیا ان سے نکاح کیلئے اظہار رضامندی نہیں کرے گی؟